لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا في مصر
جامع او مدينة عظيمة اخرجه ابن ابي شيبة

القول البديع

في

اشتراط المصر للتجميع

تالیف کردہ حضرت اشرف الفضلاء اکمل الکملاء مولانا مقتدانا عالیجناب مولوی
حافظ قاری حاجی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مد ظلہ

بحکم مختار علی مالک کتبخانہ امدادیہ دیوبند
باہتمام
مطبع یونین پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر کتبخانہ امدادیہ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً! اگرچہ تمام فقہائے حنفیہ کا اسپر اتفاق ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے لیکن حضرات اہل حدیث کے ایک مہذب اور مدلل فتویٰ پر حضرت بحر العلوم جناب مولانا مولوی عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح ہو گئی اور فتویٰ تصحیح حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں داخل ہو کر شائع ہو گئی اسی وجہ سے ہمارے جوار کے اکثر لوگوں کو شک کی بجائے گاؤں میں جمعہ جائز ہونیکا یقین ہو گیا ہمیں ان حضرات کی کوتاہ نظری پر افسوس ہے جنھوں نے صرف اس فتویٰ پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط دیکھ کر گاؤں میں جمعہ نہ پڑھنے والوں پر طعن و تشنیع کرنا شروع کر دی اور اس امر کا ذرا خیال نہ فرمایا کہ حضرت مولانا خود اپنے مجموعہ فتویٰ میں متعدد جگہ نہایت صاف لفظوں میں تحریر فرما رہے ہیں کہ حنفی مذہب والوں کو دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ہم مسائل اختلافیہ اور مجتہد فیہا میں ضرور نہیں کہ ساری دنیا کے لوگ ایک ہی خیال پر قایم ہوں جس کی رائے اور اجتہاد میں جو بات حق معلوم ہوگی اسی پر خیال قایم کریگا۔ اسی پر عمل کریگا۔ مجتہد اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند ہیں اور مقلد مجتہد کی رائے و اجتہاد کے۔

حضرات اہلحدیث کے اجتہاد میں جو بات حق تھی اسی کو کہتے اور اسی پر عمل کرتے مقلدین امام اپنے امام کی رائے پر چلتے چھٹی ہوئی۔ اس میں کوئی لڑائی جھگڑے کی بات نہ تھی نہ ہے۔ مگر اس عمدہ مسلک کو چھوڑ کے بعض حضرات اہلحدیث نے اپنے فتویٰ میں حنفیہ کو صرف گمراہ ہی نہیں کہا بلکہ اور بھی بہت سے ثقیل لفظ ہیں جو اہل علم کی شان کے خلاف ہیں چونکہ اس فتویٰ کی وجہ سے گڑبڑ ہو گئی۔ ہیلئے اسکے جواب میں حضرت اشرف الفضلا اکمل الکملا مولینا و مقتدانا عالی جناب مولوی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب عم فیوضہم نے جو حنفی ہیں یہ رسالہ القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع تالیف فرمایا چونکہ یہ رسالہ اس وقت تک طبع نہیں ہوا تھا لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس کو چھپوا کر شایع کر دیا جاوے تاکہ حنفیہ کو اپنے مذہب کی حقانیت میں شک نہ رہے اور نا واقفین کو معلوم ہو جاوے کہ حنفیہ کا مذہب کہ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے گمراہی پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ قول و فعل حضرت فخر عالم صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ——— کے مطابق و موافق ہے۔

آخر میں حضرت بحر العلوم جناب مولینا مولوی عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ و نیز دیگر علما حنفیہ کے وہ فتوے بھی شامل کئے گئے ہیں جن میں انھوں نے گاؤں میں جمعہ کی نماز کو نا جائز ثابت فرمایا ہے غرض یہ رسالہ (القول البدیع) بحیثیت مجموعی عوام و خواص حنفیہ و اہل حدیث دونوں کیلئے مفید و قابل دید ہے۔

ترتیب اس مجموعہ کی یہ ہے کہ اول حضرات اہلحدیث کے اس فتوے کی نقل ہے پھر اسکا وہ جواب ہے جو حضرت اشرف الفضلا عم فیضہم نے تحریر فرمایا ہے۔ پھر علما حنفیہ کے فتویٰ اور تصحیحیں تائیدی ہیں فقط

نقل فتویٰ حضرات غیر مقلدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال کیا ارشاد فرماتے ہیں علمار دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ اور عیدین یعنی عید الفطر وعید الضحیٰ دیہات میں پڑھنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا ؏

الجواب۔ نماز جمعہ مثل نماز پنجگانہ کے فرض ہے جو شرطیں ان میں ہیں وہ اس میں ہیں فقط دو خطبوں کی زیادتی ہے شہر ہو یا دیہات ہر جگہ بلا شرط شہر و بادشاہ یا نائب اسکے کی بغیر کراہت صحیح ہے امام بخاری نے باب الجمعہ فی القریٰ والمدن میں روایت کی۔ عن ابن عباس قال ان اوّل جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلعم فی عبد القیس بجواثی من البحرین اور اسیطرح امام ابوداؤد نے روایۃ کی ہے۔ اور انکی روایۃ میں لفظ بجواثی قریۃ من قری البحرین کا ہے اور پھر امام بخاری نے روایۃ کی ہے۔ عن ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلعم یقول کلکم راع وزاد اللیث قال یونس وکتب رزیق بن حکیم الی ابن شہاب وانا معہ یومئذٍ بوادی القریٰ ھل تریٰ ان اجمع ورزیق عامل علی ارض یعملھا وفیھا جماعۃ من السودان وغیرھم ورزیق علی ایلۃ فکتب ابن شہاب وانا اسمع یامرہ ان یجمع الخ۔ حاصل ان حدیثوں کا یہ ہوا کہ جواثی میں کہ وہ ایک گاؤں ہے بحرین سے صحابہؓ نے وہاں نماز جمعہ پڑھی زمانہ میں آنحضرت صلعم کے اور تابعیوں نے بھی اور ان کے زمانہ میں برابر جاری رہی اور بعض نے جو قریہ کو معنے میں شہر کے لیکر جواثی کو شہر لکھا ہے قول مردود ہے کیونکہ جب امام بخاری اور ابوداؤد نے کہ مقدم اور افضل ہیں اور بعد ان کے اکابرین محدثین نے بھی جواثی کو دیہات سے لکھا ہے پھر متاخرین کے اقوال ان اکابرین کے مقابل میں کب ہوسکتے ہیں اور اگر متاخرین کے اقوال صحیح مان لئے جائیں تو بھی کچھ خرابی نہیں مطابقت متقدمین اور متاخرین کے اقوال میں یوں ہوگی کہ جواثی زمانہ قدیم صحابہ میں ایک چھوٹی بستی ہو پھر تھوڑے دنوں کے بعد بڑھتے بڑھتے ایک شہر ہوگیا ہو سی ہندوستان میں دیکھو کہ زمانہ قدیم میں جو بعض بعض بستیاں تھیں اب وہ شہر ہیں پس کچھ جائے تعجب نہیں ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک روایت آئی ہے کہ لکھ بھیجا حضرت عمرؓ نے طرف بحرین کی کہ جمعہ ادا کیا کرو جس جگہ کہ رہو اور تصحیح کی اس کی ابن خزیمہ نے اور لفظ جس جگہ شامل ہے شہر اور دیہات دونوں کو اور بیہقی نے لیس بن سعد سے روایت کی ہے۔ کہ جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ اہل مصر و سواحل زمانہ میں

حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے اُنکے حکم سے اور نہیں تھی۔ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور اس مضمون کی حدیثیں بہت آئی ہیں کہاں تک لکھوں اور جناب خاتم المحدثین شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ مصفا شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں پس نماز جمعہ دو رکعت ہست در وقت ظہر با جماعت عظیمہ از مسلمین در قریہ یا در شہر الخ اور درباره شرط ہونے شاہ یا نائب کے اُسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ واما امامت خلیفہ یا نائب او پس امر مستمر بود منشائے آں امر ہست بتقدیم والے در محل و لایت خویش پس مخصوص باشد بحضور والے و بطریق استحباب باشد چنانکہ تقدیم اقرأ بر اعلم و سائر نظائر و اثر حضرت علی اربع الی الامام محمول بر ندب تقدم والی در محل ولایت خود ہست اور وہ جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ نہیں صحیح ہی جمعہ مگر مصر جامع یعنی شہر میں یا مصلے میں اسکے اور نہیں جائز ہے دیہات میں بسبب اس حدیث کے کہ نہیں جائز ہے۔ جمعہ اور تشریق اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ مگر مصر جامع میں اور مصر جامع وہ جگہ ہے۔ جہاں کوئی حاکم ہو اور قاضی جو جاری کرتا ہو احکام اور قایم رکھتا ہو حدود یہ روایت ہے ابی یوسفؒ سے اور اُنہیں سے دوسری روایت ہے کہ مصر جامع وہ جگہ ہے کہ اگر جمع ہوں سب رہنے والے وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں اسکی تو سما نہ سکیں اور پہلی روایت کو اختیار کیا ہے کرخی نے اور دوسری کو ثلجی نے یا وہ جو شیخ ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ جمعہ ایسی جگہ ہو جہاں گلیاں اور بازار ہوں اور اسمیں ایک والی ہو کہ انصاف مظلوم کا کرتا ہو ظالم سے۔ اور ایک عالم ہو کہ حوادث میں اسکی طرف رجوع کرتے ہوں۔ مجروح و مخدوش ہیں۔ قابل تسلیم نہیں۔ کئی وجہوں سے ایک تو یہ کہ حدیث لا تشریق الخ موقوف و منقطع ہے اور حدیث منقطع کسی کتاب کی معارض حدیث بخاری کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ معارضہ میں مساوات شرط ہے۔ باتفاق جمہور محدثین۔ دوسرے یہ کہ تفسیر مصر کی درست نہیں ہے نہ موافق کرخی کے نہ ثلجی کے کیونکہ قبل تشریف آوری آں حضرت صلعم کے مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھی اسعد بن زرارہ نے ساتھ اور صحابیوں کے مدینہ میں باذن آنحضرت صلعم کے حالانکہ اس وقت کچھ حکومت آپکی مدینے میں نہ تھی۔ اور نہ حدود و قصاص بالفعل جاری تھا نہ قوت اس کی رکھتے تھے مسلمان محض مغلوب تھے۔ اور نہ وہاں کئی مسجدیں تھیں جو تفسیر ثلجی کی صادق آوے جیسا کہ تفسیر نیشاپوری وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جب خود آنحضرت صلعم مدینہ میں تشریف لائے اور نماز جمعہ کی پہلے مسجد بنی سالم کی بطن وادی میں پڑھی اُسوقت بھی وہاں تسلط نام نہ تھا جو احکام حدود و قصاص جاری کر سکیں نہ کئی مسجدیں تھیں جیسا بحر الرائق و شمنی شرح نقایہ اور مجلے شرح موطا سے مستفاد ہوتا ہے اور نہ تفسیر صاحب

فتح القدیر کی صحیح ہے کیونکہ زمانہ یزید شقی میں صحابہ نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ اسوقت انصاف کا نام نہ تھا خون صحابہ بیدریغ ہوتا تھا اور اقامت حدود کو کون پوچھتا ہے اور جس زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے قوت اپنی رہائی کی نہ رکھتے تھے حکومت کیسی اصحاب رضی اللہ عنہم نے نماز جمعہ پڑھی اسیطرح کی تقریر مولینا بحر العلوم لکھنوی نے بتفصیل تمام ارکان اربعہ میں کی ہے اور تفسیر مصر میں خوب جرح کیا جس کا جی چاہے اُن کی ارکان اربعہ میں دیکھ لی یہاں اکثر روایتیں بسبب طول ہو جانے فتوی کے نہیں لکھی گئیں تیسرے یہ کہ میں حدیث کو محمول اوپر ندب کے کرتا ہوں یعنی بشرط بادشاہ او مصر کے نماز جمعہ عمدہ اور مستحب ہوگی نہ یہ کہ بغیر ان شرطوں کے نماز ہی نہیں ادا ہوگی۔ جیساکہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہوا اور جناب شیخ عبد الحق محدث دھلوی نے بھی ان شرطوں کو شروط اولویت کے لکھا ہے اپنی کتاب فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں۔ چوتھی یہ کہ اس حدیث پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے اسلیے کہ تفسیر میں مصر کے اختلاف ہے اٹکلیں نکالتے جاتے ہیں۔ کوئی معنے ابھی تک متعین نہیں ہوا۔ اور وحی آسمانی آتی نہیں بشارع سے تفصیل و تعین اسکی پائی جاتی نہیں کہ کسی کی تفسیر کو اسپر جانچ کر ترجیح دی جائے اور معمول بہا ہو سکے پس گویا یہ حدیث مضطرب بالمعنی ہوئی تخصیص آیت اس اٹکل سے کیونکر ہو سکتی ہے عمل تو دور رہا۔ اور اگر یہی خود رائی ہے اور نصوص سے چشم پوشی ہے تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ معنی مصر کے گاؤں کے ہیں کیونکہ دلیل نہ ان مفسرین مصر کے پاس اور نہ میرے پاس رعایت لغت و عرف عام کی نہ انھوں نے کی نہ میں نے کی۔ اُن سے بھی اٹکل ہی ہمسے بھی اٹکل ہے پانچویں یہ کہ شرط ہونا بادشاہ اور مصر کا واسطے وجوب ادا کے ہے تسلیم بھی کر لیں تو بھی فرض نہونا جمعہ کا غیر مصر میں یا وہاں جہاں بادشاہ یا نائب اس کا نہو لازم نہیں آتا بلکہ فرض ہی باقی رہتا ہے۔ کیونکہ کسی سی کئی شرطوں کے فوت ہو جانیسے بسبب عذر کے باطل ہو جانا عین شے کا کلیۃً لازم نہیں آتا بلکہ باندازہ عذر دیکھو فرائض پنجگانہ کیلیئے طہارت و ستر عورت وغیرہ شرط ہیں۔ مگر وقت عذر کے یہ شرطیں بلکہ اکثر ارکان نماز مثل قیام وغیرہ معذور سے ساقط ہیں حالانکہ نماز اس سے ساقط نہیں ہوتی ایسے ہی حال نماز جمعہ کا ہے کہ جہاں بادشاہ اور مصر نہوں مسلمان وہاں کے ان شرطوں سے معذور ہیں مصر یا بادشاہ کہاں سے پیدا کریں جیسے ننگا مفلس لنگوا۔ کپڑا کہاں سے لائے لامحالہ یہی کہوگے کہ نماز پڑھ لے ہاں جن شرطوں میں حنفی نہیں نہ نکے نہ کرنیسے نماز اس کی فاسد ہو جاوگی۔ یہی کیفیت نماز جمعہ کی بھی ہے کہ جہاں بادشاہ ہو وہاں نماز جمعہ بغیر بادشاہ یا نائب اس کے کے درست نہوگی یا جو شخص مصر میں تیح بہر خاص کر کسی

گاؤں میں متصل ہی مصر کے نماز جمعہ پڑھی صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کو قدرت تھی کہ ساتھ بادشاہ یا نائب اسکے کے ادا کر سکتا تھا اور یہ شخص بھی نماز شہر میں ادا کر سکتا تھا اور قصداً خلاف اسکے کیا غرض ہماری اس تقریر سے یہ ہے کہ جہاں ان شرطوں کا وجود ہو وہاں رعایت ان کی واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوگی اور جہاں ان شرطوں کا وجود نہیں نماز بلا رعایت اُن کی صحیح ہوگی۔ مسلمان وہاں کے معذور ہوئے اور معذور پر تکلیف مالایطاق یعنی تکلیف اس کی جس پر قادر نہیں شارع نے نہیں دی باتفاق جمہور مسلمین اور اس تقریر میری کی تائید کرتی ہے تحریر محققین حنفیہ کی بھی گو ظاہر میں عنوان بیان انکا بخوف عوام کالانعام اور ہے مگر معنون ومآل موافق میرے ہے۔ عالمگیری میں لکھا ہے۔ لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب۔ جب معذور ہوں مسلمان اذن لینے میں امام وقت سے پس مجتمع ہوں مسلمان اور کسی شخص کو امام بنادیں وہ امام سبھو کیساتھ نماز جمعہ پڑھاوے تو جائز ہے اور پھر عالمگیری میں لکھا ہے بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما کذا فی معراج الدرایۃ ایسی بلاد ہوں جہاں حاکم کافر ہوں تو جائز ہے مسلمانوں کو کہ پڑھیں وہاں نماز جمعہ کی اور ہو وے قاضی واسطے راضی ہونے مسلمانوں کے اور چاہیے اُن کو تلاش کریں حاکم مسلمان کو اور ردالمختار میں لکھا ہے۔ ولذا لو مات الوالی اولم یحضر لفتنۃ ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبا للضرورۃ کما سیاتی مع انہ لا امیر ولا قاضی ثمہ۔ اور اسی لیے اگر مرگیا ہو حاکم یا نہ حاضر ہوا بسبب کسی فساد کے اور نہ پایا گیا وہ شخص جسکو واسطے حق اقامت ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں مشورہ کر کے کسی کو خطیب مقرر کریں بسبب ضرورۃ کے حالانکہ نہیں ہے اس جگہ امیر نہ قاضی اب دیکھیے کہ عبارتیں صاف کہے دیتی ہیں کہ وقت عذر کے اذن ولی سے یا امام معینہ کے ہونیسے نماز بلا ان شرطوں کے صحیح ہے اور شرطیں ساقط ہیں اور ولایت کفار میں بھی جمعہ جائز ہے حالانکہ نہ سلطان ہے نہ امام پس وہی میری تقریر صادق آئی کہ وقت عذر کے ان شرطوں کا اعتبار نہیں۔ اب سب مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی گمراہ کے بہکانے سے نماز جمعہ کو کہ رکن اعظم اسلام ہے اور جس میں شوکت و رونق دین ہے نہ چھوڑیں اور اللہ سے ڈریں اور فریب گمراہوں میں آکر شرطوں جمعہ پر کہ بالکل ڈھکلیں اور خود رائی ہیں۔ دلیل سے کچھ سروکار نہیں کاربند نہ ہوں اور دیہات اور شہر جہاں چاہیں نماز جمعہ و عیدین بلا دغدغہ پڑھا کریں اگرچہ کافرنگی ولایت میں ہوں مجمع الفتاوی میں لکھا ہے۔ فلبلاد علی المسلمین ولاۃ الکفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ

والاعياد ويصير القاضي قاضيا بتراض ويجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما انتهى ما فی مفتاح السعادة هكذا فی الطحطاوی۔ جب غالب ہوجاویں کفار مسلمانوں پر تو چاہیے مسلمانوں کو جاری وقایم رکھیں نماز جمعہ و عیدین کو اور ہووے قاضی ساتھ رضا کے اور واجب ہے اوپر انکے تلاش کریں والی مسلم کو اور ایسی ہی کتب فقہ حنفیہ میں مثل بحر الرائق وغیرہ کے تفصیل تمام لکھا ہے یہاں سمجھانے کیلئے تھوڑی روایتیں لکھی گئیں بہت سی چھوڑدیں اہل فہم کیلیے اتنا ہی کافی ہے واللہ علمہ۔

محمد عبد العزیز جواب صحیح و رای نجیح است در ہدایہ گفتہ۔ لایجوز اقامتها الا للسلطان او لمن امره السلطان لانها تقام بجمع عظيم وقد تقع المنازعة فی التقدم والتقديم وقد تقع فی غيره فلابد منه تتميما لامرها انتهى۔ و شیخ عبد الحق محدث دہلوی در فتح المنان فی تائید مذہب النعمان می فرمایند۔ هذا تقرير الهداية وظاهره يفيد الاولوية والاحتياط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز الصلوة بدونه شرعا انتهى كلامه مختصرا و مولوی عبد العلی بحر العلوم لکھنوی در ارکان اربعہ می فرمایند ولو اطلع على دليل يفيد اشتراط السلطان وما فی الهداية لانها تقام بجماعة فعسى ان تقع منازعة فی التقديم والتقدم اه هذا الى لا يثبت الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعة ثم هذه المنازعة تندفع باجماع المسلمين على تقديم واحد وكما فی جماعة الصلوة عسى ان تقع المنازعة فی تقديم رجل لكن تندفع باجماع المصلين فكذا فی الجمعة ثم الصحابة اقاموا الجمعة فی زمان محنة بلوى امير المومنين عثمان وكان هو ماحقا محصورا ولم يعلم انهم طلبوا الاذن فی اقامة الجمعة بل الظاهر عدم الاذن لان هولاء الاشقياء من اصحاب الشر لم يرخصوا ذلك فعلم ان اقامة الجمعة غير مشروطة عندهم بالاذن لعل لهذه الواقعة رجع المشايخ عن هذا الشرط فيما تعذر الاستيذان وافتوا انه ان تعذر الاستيذان من الامام فاجتمع الناس على رجل يصلی بهم الجمعة كذا فی العالمگيرية ناقلا عن التهذيب انتهى۔ باید دانست کہ حدیث لا جمعة ولا تشریق الخ قابل احتجاج نیست بدو سبب اول آنکہ مرفوع نیست بلکہ موقوف است بر علی مرتضی رض دوم آنکہ راوی از علی رض حارث اعور است و آں کذاب و واہی است چنانکہ در مقدمہ صحیح مسلم و میزان الاعتدال للذہبی وغیرہ مذکور است قال الامام النووی حديث لا جمعة متفق على ضعفه انتهى ورواه عبد الرزاق فی مصنفه اخبرنا معمر عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع انتهى ورواه ابن ابی شيبة عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع او فی مدينة عظيمة انتهى قال الزيلعی الحنفی فی تخريج احاديث الهداية وهذا انما يروى عن علی موقوفا فاما النبی

صلعم فانہ لا یروی عنہ فی ذالک شیئ انتہی عن الشعبی قال حدثنی الحارث الاعور وکان کذابا

صاحب صحیح مسلم در مقدمہ خود چند جا حارث را کذاب کاذب دا ہی نوشتہ چنانچہ بر عالم مخفی نیست قال

ابوداؤد فی المقدمۃ واما ابو اسحاق عن الحارث عن علی فلم یسمع ابو اسحاق من الحارث الا اربعۃ احادیث لیس فیہا مسند واحد

انتہی کلامہ الغرض کدام حدیث صحیح در شرط جمعہ مرفوع المسند وارد نشدہ کہ قابل سند باشد کما لا یخفی علی

الماہر المنصف المتفطن محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

اشرف کونین سید شریف حسین
دہلوی

محمد عبد الحلیم
بنگالی

محمد احمد شاہ ابو الحامد
ٹونکی

سید احمد
دہلوی

نعیم المولی و نعم الوکیل
عظیم آبادی

خادم شرع عزیز محمد عبد العزیز
پنجابی

محمد تلطف حسین خادم شریعت رسول الثقلین
عظیم آبادی

مشہود الحق بتوفیق خدا باد
عظیم آبادی

زنور الحسن جہاں شد منور
عظیم آبادی

بہ طفیل نبی الٰہی بخش
عظیم آبادی

ہر چہ مجیب مصیبت تحریر کردہ حق درست است و خلاف آں باطل حررہ ابو الطیب محمد شمس الحق

محمد عبد الصمد بن ملا عبد الواجد خاں
فرخ آبادی

الجواب الحق محمد عبد اللہ گیلانوی

محمد شمس الحق ابو الطیب
عظیم آبادی

صح الجواب واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

ابو الحسنات محمد عبد الحی

جواب فتوے مذکورہ مسمیٰ بہ

القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع

حضرت مولانا
علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفے۔ اما بعد ان دنوں ایک فتوای نئے مجتہدوں کا در باب جواز جمعہ در دیہات میری نظر سے گذرا ہر چند کہ مسئلہ اختلافیہ ہے۔ مگر جس بیباکی سے اسمیں علماء پر طعن بیجا کیا ہے وہ موجب استعجاب ہوا۔ اگرچہ اس قسم کے بکھیڑوں میں قلم چلانا یا زبان ہلانا اپنا شیوہ نہیں۔ مگر چونکہ اس فتوی سے بعض لوگوں کو اشتباہ پیدا ہو گیا اور بعض لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنے لگے اور بجائے مشرب پر انکے ذمہ ظہر فرض رہتا ہے اس لیے بنظر رفع اشتباہ برارت ذمہ بہ تکلف یہ امر گوارا کیا۔ وہا انا اشرع فی المقصود وہو ولی الکرم والجود۔ قولہ فقط دو خطبوں کی زیادتی ہے الخ یہ حصر عجیب ہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ سوائے دو خطبوں کے اور کوئی شرط زائد نہیں

پھر اس حدیث کے کیا معنے ہونگے۔ عن طارق بن شہاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا علی اربعۃ عبد مملوک وامرأۃ
او صبی او مریض رواہ ابو داؤد۔ اور جواز جمعہ فی القریٰ میں جو بخاری ابو داؤد کی روایت سے استدلال
کیا ہے وہ ناکافی ہے۔ جواثے کا قریہ بالمعنی المتنازع فیہ ہونا اول ثابت کیجئے اگر صرف اطلاق لفظ
قریہ کافی ہو۔ تو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا مکہ کو قریہ فرمانا بخاری ابو داؤد کے کہنے سے اوّل واولی ہونا
چاہیے حالانکہ اسی کو چند جا بلدہ ارشاد فرمایا ہے۔ پھر یہ تعارض کیونکر مرفوع ہوگا۔ تاوقتیکہ قریہ کو
عام نہ لیا جاوے جب عموم محتمل ہے پھر صرف اطلاق لفظ قریہ سے جواثی کا گاؤں ہونا کیسے ثابت ہوا
ممکن ہے کہ شہر ہو۔ کما قال العلامۃ العینی رحمۃ اللہ تعالیٰ حکی ابن التین عن الشیخ ابی الحسن انہا
مدینۃ وفی الصحاح للجوہری والبلدان للزمخشری جواثی حصن بالبحرین وقال ابو عبید اللہ البکری
ہی مدینۃ بالبحرین لعبد القیس انتہی کلامہ پھر اس تکلف کی کون ضرورت ہے کہ پہلے گاؤں ہوگا پھر
شہر ہوگیا ہوگا اسکی ضرورت تو جب ہوتی جب اسکا گاؤں ہونا ثابت ہو چکا ہوتا اور ہندوستان کے
دیہات کا شہر ہو جانا تو کچھ تعجب نہیں مگر ایسی اٹکل پچو باتیں البتہ تعجب انگیز ہیں اسطرح حدیث زہری
میں ثابت کیجئے کہ یہ جگہ نہ مصر تھی نہ فنا مصر ورنہ سب محنت رائیگاں ہے دوسرے مجتہد ہو کر بھی
کی تقلید کرتے ہو۔ اور اگر ہمارے الزام کیلئے ہے تو ہم نے ابن شہاب کی تقلید کا التزام نہیں کیا
یہ الزام ما لا یلزم ہے اور ابن ابی شیبہ کی روایۃ سے جو استدلال کیا ہے کہ لفظ جس جگہ عام ہے
میں پوچھتا ہوں کہ یہ عام محتمل خصوص کو ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو چاہیئے کہ طہارت مکان بھی شرط
جواز نہو۔ کیونکہ لفظ جس جگہ عام ہے۔ اور اگر ہے تو آپکا استدلال باطل ہوگیا۔ کیونکہ جیسے مواضع
غیر طاہرہ دلیل سے مخصوص ہیں ایسے ہی ممکن ہے کہ قریٰ صغیرہ بھی کسی دلیل سے مخصوص ہوں
اور بیہقی کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے وہ عجیب وغریب ہے اسمیں تو کہیں قریہ کا نام بھی نہیں پھر
کاغذ سیاہ کرنیکی کون ضرورت ہے۔ اور حدیثیں بھی ایسی ہی ہوں گی جیسی یہاں ارشاد ہوئیں ہیں ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اور عبارت مصفی کی جو نقل کی ہے۔ اسمیں احتمال ہے کہ قریہ سے مراد قصبہ ہو وہاں ہم بھی جائز رکھتے
ہیں اور اگر گاؤں ہی مراد ہو تو انکا فرمانا امام و مقلدین امام پر حجۃ نہیں اگرچہ انہر بھی علامۃ نہید
کر محقق تھے ایسے ہی ارشاد ان کا در باب عدم اشتراط امام و سلطان اور علی تقدیر التسلیم اسمیں بوجہ
فتوی علماء محققین حنفیہ نزاع بھی نہیں اسیواسطے علماء حنفیہ قاطبۃً بلاد ہند میں جمعہ ادا کرتے

ہیں۔ الا بعض وقلیل ما ہم اور آپنے جو صاحب ہدایہ اور ابن ہمام پر اعتراض کیا ہے یہ آپکی سعادت ہے۔ آپنے سنا نہیں ؎ خطائے بزرگاں گرفتن خطا است۔ اور آپنے جو حدیث لا تشریق الخ کو حدیث بخاری کے معارض ٹھراکر حدیث بخاری کو ترجیح دی ہے سبحان اللہ کیا تعارض ہے اور کیا ترجیح ہے۔ چنانچہ تعارض کیلئے اتحاد محل حکمین بھی شرط ہے ابھی تک یہی ثابت نہیں پھر تعارض کہاں اور ترجیح کیسی اسی پر دعوی اجتہاد۔ اور مصر کی تعریف میں جو خدشہ کیا ہے منشا اسکا قلت تدبر ہے معنی مصر کے شہر ہیں۔ صراح میں دیکھ لیجئے اور یہی منقول ہے امام ہمام ابی حنیفہ رح سے۔ قال فی البنایۃ اختلفوا فیہ فعن ابی حنیفۃ رح ہو ما یجتمع فیہ مرافق اہلہ۔ وعن ابی حنیفۃ رح ہو بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق اھ۔ اور مراد فقہاکی یہی ہے۔ اور اختلاف عن تفسیر سے جو آپکو تشویش ہے یہ اختلاف عنوان ہے نہ اختلاف معنون ؎ عباراتنا شتی وحسنک واحد ہر بزرگ نے اپنے اپنے زمانہ میں مصر کے جو علامات مشاہدہ کئے ضبط حدود تفہیم عوام کیلیے اُنکے ساتھ تعریف فرمائی۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ہم کہیں شہر وہ ہے کہ جہاں تھانہ و پولیس ہو مثلاً اگر بالفرض شہر سے پولیس اُٹھ جاوے کیا شہر نہ رہیگا پس اگرچہ مساجد متعدد نہوں اور حدود و قصاص جاری نہوں مصر مصر ہی ہے قال فی رد المختار المراد القدرۃ علی اقامتہا علی ما صرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ او علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وہذا ہو الاصح اھ الا ان صاحب الہدایۃ ترک ذکر السکک والرساتیق لان الغالب ان الامیر والقاضی الذی شانہ القدرۃ علی تنفیذ الاحکام واقامۃ الحدود لا یکون الا فی بلد کذٰلک اھ۔ آب آپکے سب اعتراضات بزرگوں پر گاؤ خوردہ ہوگئے اور مولینا بحر العلوم کا مقصود ان لوگوں پر جرح کرنا ہے۔ جو اسکو تعریف حقیقی سمجھے ہیں جیسے آپ اور آپنے جو اس حدیث کو ندب پر محمول کیا ہے۔ آپکی سنتا کون ہے مجتہد مستقل کی قول کے مقابلہ میں ہر مدعی کا اجتہاد کب قابل تسلیم ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی قول کا جواب اوپر ہو چکا ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت نقل فرمائی ہوتی تو جواب دیا جاتا۔ مصحح صاحب نے جو نسے عبارت نقل کی ہے وہ صرف درباب اشتراط والی کی ہے جس میں نزاع نہیں جسمیں نزاع ہے اسکی نسبت نقل دکھائیے ورنہ یہ لفظ کہ ان شرطوں کو انہوں کسقدر راست ہے اور بعد تصحیح نقل اُسکا وہی جواب ہوگا جو شاہ ولی اللہ صاحب کی قول کا اوپر گذر چکا۔ اور تفاسیر مصر جو آپ اٹکلیں فرماتے ہیں یہ آپکی اٹکلیں ہیں اور اس کی تحقیق ہو چکی ہے ؎

جسمیں وہاں کے مکلفین نہ سما سکیں تو وہ قریہ مصر بنجاوی حالانکہ ظاہر ہے کہ مصر کا قریہ بنجانا اور قریہ کا مصر بنجانا صرف مسجد کے چھوٹا یا بڑا کر دینے پر ہو کہ اسکی دوسری عبارات میں کمی بیشی ہو بداہۃً باطل ہے اور الزام اسکا مکابرہ او خبط محض ہے۔ بلکہ اس تعریف سے حرمین شریفین گاؤں ہو جاوینگے۔ کاتب

جو اسیر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے۔ اور اپنی تفسیر کو جو آپنے انکی تفسیر پر قیاس فرمایا ہے اسکی نسبت بجز اس نصیحت کے اور کیا عرض کروں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

جناب من دلیل ان کی لغت ہی جیسا اوپر مذکور ہوا۔ ذرا آپ بھی کسی معتبر کتاب لغت میں دکھلائیے انکی تو حکمیں نہیں۔ لانہ دعوا یکم والدعوی لا تسمع بلا دلیل۔ البتہ آپکی اٹکل ہو۔ لانہ اقرار کم والمرء یوخذ باقرارہ۔ اور امر پنجم میں تو آپنے گل ہی کھلایا ہے فرماتے ہیں کہ واسطے وجوب ادا کے تسلیم بھی کر لیں الخ معلوم ہوتا ہے کسی حنفی اصولی سے وجوب ادا سن بھاگے ہیں مگر اس سے اسکے معنے بھی پوچھ لیتے تو مناسب تھا حضور جو لوگ مصر کو شرط ٹھیراتے ہیں وہ جواز کی شرط ٹھیراتے ہیں نہ وجوب کی پس اگر شرط جواز کو تسلیم فرماتے ہیں تو وجوب ادا چہ معنی وارد اور اگر وجوب ادا کو تسلیم کرتے ہیں تو اسکو تسلیم کون کرتا ہے اور آپنے جو فاقد مصر کو معذور ٹھیرایا ہے یہ کیسا عذر ہے آیا ایسا عذر ہے جیسا فاقد ماء کو تیمم کرنا فاقد قیام کو قعود جائز ہونا یا ایسا عذر ہے جیسا حائض کو نماز سے روکنا اگر ثانی ہے تو مدعا ہمارا ثابت اور اگر اول ہے تو دلیل سے ثابت کیجیے۔ دعاوی صرفہ مسموع نہیں۔ قال رسول اللہ صلعم البینۃ علی المدعی اور عبارات فتاوی سے ایک جزء مدعی کا یعنی سلطان کا شرط نہونا ثابت ہوا جس میں نزاع نہیں۔ دوسرا جزء یعنی مصر کا شرط نہونا جسمیں کلام ہے پھر بھی رہگیا۔ پھر آپکی تائید کیسے ہوئی اسکی تو وہی مثال ہوئی کہ کوئی ظریف کہنے لگا کہ ہم آجکل یہاں کی شہزادی سے شادی کرنیکی فکر میں ہیں کسی نے پوچھا کہ کچھ سامان ہوا فرمانے لگے آدھا سامان تو ہوگیا آدھا رہا پوچھا کیونکر فرمانے لگے کہ نکاح کے دو جزء ہیں ہماری رضا اور اسکی رضا سو ہم تو راضی ہیں وہ راضی نہیں حضرت اگر فقہا آپکے موافق ہوتے تو جیسے ایک امر ظاہر فرمایا دوسرے کے اظہار سے کون مانع تھا پھر یہ نتیجہ نکالنا کہ دیکھیں میری وہی تقریر صادق آگئی کہ وقت عذر کے ان شرطوں کا اعتبار نہیں کس قدر سفاہت ہے پھر اس بے سروپا تقریر پر بزرگوں کو اور علما کو گمراہ کہنا بجز خرابی عاقبت کے اور کیا ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

یہ جو کچھ مذکور ہوا جب ہے کہ عدم اشتراط سلطان کو مان لیا جاوے۔ جیسا مسلک اکثر علمائے حنفیہ کا ہے اور اگر کوئی شخص اس میں بھی کلام کرے تو اقوال مذکورہ علما و فقہا کا اسپر حجت نہیں ہو سکتی اگر وہ محقق ہے تو استدلال اسکا قول رسول اللہ صلعم کا۔ فمن ترکہا فی حیوتی

او بعدی ولہ امام عادل او جائر استخفافاً بہا او جحوداً لہا فلا جمع لہ شملہ ولا بارک فی امرہ الحدیث رواہ ابن ماجہ۔ اور اگر وہ مقلد ہے تو قول مجتہد مستقل سے متمسک ہو پھر اس پر کسی عالم غیر مجتہد کا یا ایسے مجتہد کا جس کی تقلید کا اس نے التزام نہیں کیا قول کیسے لازم ہو سکتا ہے باقی رہے اعتراضات وہ سب جواب پذیر ہیں رسول اللہ صلعم جب سے مدینہ منورہ میں تشریف لائے برابر آپکو حدود و قصاص کی قدرت ہوئی۔ ایسے ہی اسعد بن زرارہ نے اگر نماز پڑھائی تو باذن رسول اللہ پڑھائی۔ نائب سلطان حکم میں سلطان کے ہے اور اگر قدرت نہ بھی تھی تو ممکن ہے اسوقت یہ شرط نہو بعد میں ارشاد ہوا ہو تاکہ قول و فعل میں تعارض لازم نہ آوے اور یزید کے زمانے میں اگرچہ حدود و قصاص پورے طور سے جاری نہ تھے مگر قدرت تو حاصل تھی اور یہی کافی ہے۔ کما نقلنا سابقاً عن رد المحتار۔ اور حضرت عثمان رض نے اگر صراحتہً اذن نہیں دیا تو دلالۃً تو ضرور ہی تھا ہر گز ترک جمعہ انکو گوارا نہو گا پس اذن متحقق ہوا غرض کہ آپ کسی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ یہ کلام تھا جمعہ میں۔ عیدین کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کیونکہ دونوں کا حکم بالاجماع یکساں ہیں اب آپکی خدمتمیں بطور خیر خواہی عرض ہے کہ علماء پر بیجا طعن و لعن کرنے سے توبہ کیجئے کہ اس سے خدا تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ کما فی الخبر الصحیح من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب الحدیث۔ پھر خدا سے لڑ کر کہاں کوئی جا سکتا ہے

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت ❊ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

وما علینا الا البلاغ۔ وہذا اوان الفراغ من جواب کلام الذی یشوش اللہ دماغ

تنقیح تصحیح اب ناظرین با تمکین تصحیح میں غور فرماویں اسکا خلاصہ دو امر ہیں اول کلام اشتراط سلطان پر اس میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی و بحر العلوم کے قول سے استدلال کیا ہے جس کے متعلق مفصل کلام اوپر ہو چکا ہے۔ امر ثانی جمع حدیث اشتراط مصر پر اس کی جرح کی دو وجہ فرمائی ہیں۔ اول آنکہ مرفوع نیست بلکہ موقوف است بر علی رض آہ میں کہتا ہوں۔ اگرچہ یہ حدیث صورۃً موقوف ہو۔ مگر معنیً و حکماً مرفوع ہے۔ کیونکہ باوجود اطلاق نص کی قیاس سے ممکن نہیں کہ بعض اماکن میں جواز کی نفی کر دی جاوے۔ ضرور ہے کہ سماع عن الرسول ہوا ہو یہی معنی ہیں مرفوع حکمی کی۔ کما لا یخفی علے اہل الحدیث اور اگر اسکو موقوف ہی تسلیم کیا جاوے تو حدیث جوثی و زریق و حضرت عمر کی کونسی مرفوع ہے اور احتمالات مضر بالمقصود مزید براں کما مر اور حدیث زریق کی تو موقوف سے بھی ادنی ہے اور اس موقوف میں مرفوع حکمی ہونے کا بھی احتمال نہیں کیونکہ

ممکن ہے کہ اطلاق نص صحیح قیاساً جمعہ پڑھا ہو اور یہ کہیں ثابت نہیں کہ جمعہ جواثی کی اطلاع آپ کو ہوئی ہو اور آپنے اسکو مقرر رکھا ہو پھر اس سے احتجاج کیونکر صحیح ہوا جیسا چند اصحاب نے نابالغ کی اقتدا فرمائی اُسکا جواز ضروری نہیں کما لایخفی یہ تو آپنے در پردہ اپنی ہی دلیل پر جرح فرمایا۔ ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی گو مشتِ خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

علاوہ بریں ہمکو تو حدیث کا موقوف ہونا مضر نہیں کیونکہ ہمارے مجتہد صحابی کی تقلید کرتے ہیں۔ مگر آپ تو تقلید سے نفور ہیں آپ کیوں مقلدین گئے۔ اور مقلد بھی ابن شہاب کے بقول مشہور ﴿یا بایں شوراشوری یا بایں بے نمکی﴾۔ دوسری وجہ جرح کی فرماتے ہیں دوم آنکہ راوی از علیؓ حارث اعور ست الی آخر ما قال میں کہتا ہوں اول وہ بالاتفاق مجروح نہیں کمال میں ابن ابی داؤد سے نقل کیا ہے۔ کان افقہ الناس وافرض الناس واحسب الناس اھ۔ اور یہ ضرور نہیں کہ شرائط قبول روایت جو ایک کے نزدیک ہوں وہی دوسرے کے نزدیک ہوں دیکھیے امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما میں اس باب میں کسقدر اختلاف ہے پس کیا ضرور ہے کہ اگر شعبی کے نزدیک مردود الروایۃ ہو تو اوروں کے نزدیک بھی ایسا ہی ہو۔ اور اگر اسکا مجروح ہونا مسلّم بھی ہو تو ایک طریق کے ضعیف ہونیسے سب طریق کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا بعض طرق اس حدیث کے قوی بھی ہیں۔ قال العلامۃ العینی وقال النووی وحدیث علیؓ متفق علی ضعفہ فکانہ لم یطلع الا علی الاثر الذی فیہ الحجاج ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند صحیح ولو اطلع لم یقل بما قالہ اھ۔ اور اگر اس طریق سے قطع نظر بھی کیا جاوے تب بھی حدیث ضعیف تعدد طریق سے حسن و قابل احتجاج ہو جاتی ہے۔ کما تقرر فی اصول الحدیث اور اس حدیث کے طرق بھی متعدد ہیں۔ فی عمدۃ الرعایۃ لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ اخرج ابن ابی شیبۃ وصحح ابن حزم و عند عبد الرزاق عنہ لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع اھ وفی شرح السراج اخرج ابو عبید فی الغریب والمروزی فی کتاب الجمعۃ والبیہقی عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع اھ۔ اور اگر اسکو ضعیف ہی مانا جاوے۔ تب بھی لازم نہیں کہ اگر ہم کو کوئی حدیث سند ضعیف سے پہونچی ہو تو امام صاحب کو بھی اسی سند سے پہنچی ہو بلکہ ممکن ہے کہ کسی صحیح طریق سے پہنچی ہو کہ قابل احتجاج ہو اور ہم کو اگرچہ وہ سند معلوم نہو لیکن چونکہ امام صاحب کے اصول سے ثابت ہے کہ انہوں نے التزام کیا ہے کہ حدیث صحیح و تمسک کیا جاوے ضعیف و منقطع سے نہ کیا جاوے اسلیے ہمارے لیے امام صاحب کا

استدلال اس حدیث کی صحت کیلیے کافی ہے اسیواسطے ہمارے فقہانے فرمایاہے کہ۔ اذا استدل المجتھد بحدیث کان تصحیحا لہ منہ اھ۔ جیسے تعلیقات امام بخاری کے ہمارے لیے حجۃ ہیں اگرچہ ہم کو سند ضعیف سے پہنچے ہوں اور اگرچہ امام بخاری کا طریق ہم کو معلوم نہو۔ مگر انکے التزام صحت کیوجہ وہ حکم میں متصل صحیح کے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لینا چاہیئے پس اپنی سند ضعیف سے امام صاحب کے استدلال پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسا حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ توریث بنات نص قطعی سے ثابت ہے۔ خبر واحد سے حرمان فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فدک سے حضرت ابوبکر کو کہاں جائز تھا اور خیال نہیں فرماتے کہ ہمارے اعتبار سے واحد ہونا مستلزم اسکو نہیں کہ انکے اعتبار سے بھی ایسا ہی ہو انھوں نے تو خود بلاواسطہ مثل وحی متلو کی زبان مبارک سے سنی انکے اعتبار سے قرآن اور حدیث دونوں قطعیت میں مساوی تھی ایسا ہی یہاں قصہ ہے اور اگر اس سے بھی قطع نظر کیا جاوے تب بھی اشتراط مصر صرف اسی حدیث پر موقوف نہیں دوسری حدیثیں بھی اسکی موید ہیں۔ عن نافع عن ابن عمر قال ان اہل قباء کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ رواہ ابن ماجۃ قلت لو جازت الجمعۃ فی القریٰ کالصلوۃ الخمسۃ لما کان لتقویت حق المسجد الاقرب معنی وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا ھل عسی احدکم ان یتخذ الصبیۃ من الغنم علی راس میل او میلین فیتعذر علیہ الکلأ فیرتفع ثم تجیٔ الجمعۃ فلا یجیٔ ولا یشھدھا وتجیٔ الجمعۃ فلا یشھدھا وتجیٔ الجمعۃ فلا یشھدھا حتی یطبع علی قلبہ رواہ ابن ماجۃ قلت لوجازت الجمعۃ فی غیر مصر امکن ان یصلی فی موضعہ فما معنی الاشتہاد عن مولی امرأۃ ام عثمان قال سمعت علیاً علی منبر الکوفۃ یقول اذا کان یوم الجمعۃ غدت الشیاطین برایاتھا الی الاسواق فیرمون بالترابیث والربائث ویثبطونھم عن الجمعۃ وتغدوا الملائکۃ فتجلس علی باب المسجد رواہ ابوداؤد قلت یفھم ھذا الحدیث ان الجمعۃ تکون فی موضع تکون فیہ الاسواق وھو المصر وعن عائشۃ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم انھا قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم ومن العوالی رواہ ابوداؤد قلت تذکر ماسبق منا فی حدیث نافع قال فی فتح القدیر انہ لم ینقل عن الصحابۃ انھم حین فتحوا البلاد واشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القریٰ ولو کان لنقل ولو احاداً اھ وفی نفسی دلائل لطیفۃ فی اشتراط المصر لا یرخص لذکرھا شغب الاغبیاء ونشیر الیہا فی بیت واحد ؎

دعوا البیع عند ابتداء الاذان تکونوا جمیعا بسوق الجنان

اور اگر ان دلائل سے بھی قطع نظر کیا جاوے۔ تب بھی ہم کہتے ہیں کہ یہ تو بالاجماع ثابت ہے کہ جمعہ سب جگہ جائز نہیں رہا یہ کہ کس جگہ جائز ہے یہ محتاج دلیل ہے۔ آپ جواز فی القریٰ پر دلیل شافی لائیے۔ ہم کو اشتراط مصر کیلئے دلیل لانے کی حاجت نہیں اسکا جواز تو مجمع علیہ ہے اور جب تک جواز فی القریٰ ثابت نہو وہ اپنی عدم اصلی پر باقی ہے یا یہ کہ فرض اصلی ظہر ہے جمعہ اسکا نائب ہے۔ کما تقرر فی موضعہ اور نیابت رائے سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس تا وقتیکہ کسی دلیل کافی سے نیابت فی القریٰ ثابت نہو وہاں فرض اصلی بحال رہیگا اور نیابت فی المصر پر اجماع ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اشتراط مصر کے بہت سے طریق ہیں مجتہد بن کر مجتہدوں پر اعتراض آسان بات نہیں۔ انکا مذہب جو مؤید من السما ہے۔ اس قسم کے حیل سے کب مضمحل ہو سکتا ہے ؎

قاصرے گر کند این طائفہ را طعن قصور حاش للّٰہ کہ برآرم بہ زبان این گلہ را

ہمہ شیران جہان بستہ اند این سلسلہ را روبہ از حیلہ چہ سان بگسلد این سلسلہ را

آخر میں چند علما کی مواہیر ثبت ہیں اور صاحبوں سے تو راقم واقف نہیں مگر البتہ جناب مولوی عبدالحی صاحب مرحوم سے واقف ہوں وہ حنفی تھے اور معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہ اسکے خلاف فتویٰ لکھ چکے ہیں اور اپنی تصانیف میں بھی اشتراط مصر پر انھوں نے کلام نہیں فرمایا۔ پس اگر یہ تصحیح واقعی ہے تو حکم اذا تعارضا تساقطا کا جاری ہوگا۔ اب اخیر میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ آپ اجتہاد کی تکلیف نہ اٹھائیے اور تقلید جو طریق اسلم ہے اختیار فرمائیے۔ ولنعم ما قیل ؎

گر تو خط بر سر فرمان بزرگان ننہی کے میسر شودت روئے براو آوردن

گر تو خواہی کہ بسر منزل مقصود رسی بایدت پیروی راہ نمایان کردن

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ واجتنب الہویٰ وکان ہذا فی التاسع عشر من شہر اللہ المحرم یوم الجمعۃ سنہ ۱۳۰۸ من الہجرۃ فقط **از گروہ اولیاء اشرف علی**

تحریرات مویدہ جواب مذکور

نقل استفتا در باب عدم جواز جمعہ فی القریٰ از مجموعہ فتاوی جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی فرنگی محلی۔ جلد اول صفحہ ۲۳۵ مطبوعہ مطبع علوی محمد علی بخش خاں لکھنوی

استفتا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان عہ سب مسایل میں قریٰ میں جمعہ واجب ہے یا نہیں

عہ اس سوال کیساتھ اور بھی سوال کئے گئے ہیں وہ بلفظہ ان سب مسایل کا لکھا یہاں صرف مقصود جمعہ کا فتوی ہے اسلئے صرف یہی نقل کی گئی۔ ۱۲

اگر واجب نہیں ہے تو اسکا کیا جواب ہے کہ آیہ کریمہ ۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ ۔ مطلق ہے اور جمعۃ الوداع میں عرفات میں ظہر پڑھنا آنحضرت کا اگرچہ حدیث احاد سے ثابت ہے مگر زیادۃ علی الکتاب بحدیث احاد حنفیوں کے نزدیک درست نہیں ۔

ہو المصوب جواب سوال اول ۔ حنفیہ کے نزدیک جمعہ قریٰ میں واجب نہیں ور شافعیہ اور حنابلہ قایل وجوب کے ہیں بسند حدیث بخاری وغیرہ کے کہ عصر نبوی میں جواثی میں کہ ایک قریہ تھا جمعہ قایم کیا گیا اور حنفیہ اس کو مصر کہتے ہیں اور استناد ساتھ قول علی مرتضےٰ کے لاجمعۃ الافی مصر کہ بسند صحیح مروی ہے کرتے ہیں اسوجہ سے کہ قول صحابی مالا یدرک بالرای میں حکم مرفوع میں ہے اور بدون اطلاع حضرت رسول کے ایسے امور کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے ۔ عینی بنایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں ۔ انما قال لاتجوز فی القریٰ نفیا لقول الشافعی فانہ لایشترط المصر بل یجوزھا فی کل موضع اقامۃ سکنہ اربعون رجلا احرارا وبہ قال احمد واحتجوا بحدیث ابن عباس انہ قال اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بجواثا من البحرین رواہ البخاری وفی لفظ ابی داؤد بجواثا قریۃ من قری البحرین ولنا ماذکرہ المصنف من الحدیث واما جواثا فقد قال الجوھری ھی اسم لحصن فی البحرین وفی المبسوط ھی مدینۃ والمدینۃ تسمی قریۃ کما قال اللہ تعالیٰ من ھٰذہ القریۃ الظالم اھلھا انتہی ۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں کہتے ہیں ۔ حدیث لاجمعۃ ولاتشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الافی مصر جامع لم اجدہ مرفوعا وروی عبدالرزاق عن علی موقوفا لاتشریق ولاجمعۃ الافی مصر جامع واسنادہ صحیح ورواہ ابن ابی شیبۃ بمثلہ وزاد ولافطر ولااضحیٰ وزاد فی آخرہ او مدینۃ عظیمۃ واسنادہ ضعیف انتہی ۔ اور عینی شرح ہدایہ میں بعد نقل اس حدیث کے کہتے ہیں ۔ قد ذکرہ الامام خواھر زادہ فی المبسوط ان ابا یوسف ذکرہ فی الاملاء مسندا مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو یوسف امام الحدیث یحتج فلو لم یثبت عندہ کونہ مرفوعا لما قال مسند مرفوع ولئن سلمنا انہ موقوف فہو موقوف صحیح وھو محمول علی السماع لانہ لایدرک بالعقل انتہی ۔ اور آیہ فاسعوا الی ذکر اللہ کا اطلاق باب امکنہ میں مسلم ہے اجماعا ورنہ جواز جمعہ صحرا میں لازم آویگا ۔ اور اسکا کوئی قایل نہیں ہوا پس اجماعا آیت مخصص ساتھ بعض اماکن کے ہے اور تخصیص ساتھ حدیث علی مرتضیٰ کے انسب ہے ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں والقاطع للشغب ان قولہ تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقا بین الائمۃ

اذ لا تجوز اتفاقا فی البراری اجماعاً ولا فی کل قریة عند الشافعی بل بشرطان لا یظعن اهلها صیفا ولا شتاء فکان خصوص المکان مراداً فیها اجماعاً فقدرنا القریة الخاصیة وقدرنا المصر وهو اولی لحدیث علی ولو عورض بفعل غیرہ کان علی مقدماً علیہ فکیف ولم یتحقق معارضاً ما ذکرنا ایاہ ولهذا لم ینقل عن الصحابة انهم لما فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القری ولو کان لنقل ولو احاداً انتهی اس میں نحن فیہ میں حنفیہ نے تخصیص اطلاق قرآن ساتھ خبر احاد کے نہیں کی۔ بلکہ تعیین ایک امر مبہم کی کی واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ۵

ابو الحسنات محمد عبد الحی

ایضاً استفتاء دیگر در باب عدم جواز جمعہ فی القری از فتاوی مذکور صفحہ ۴۹۳ سطر ۱۹

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء احناف رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتی رہیں علم سے اپنے خلایق کو اس قول میں صاحب قدوری کے کہ کہا لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلے المصر ولا تجوز فی القری۔ یعنی نہیں صحیح ہوتی ہے ادائے نماز جمعة مگر مصر جامع میں اور نہیں صحیح ہوتی گاؤں میں آیا یہ صحیح موافق اصول مقررہ حضرت حنفیہ کے ہے اور ہم مقلدین مذہب حنفیہ کو عمل کرنا اس قول پر لازم ہے یا نہیں۔

الجواب۔ ہاں قول مذکور صاحب قدوری کا مطابق اصول مذہب حنفی کے ہے اور فقہائے حنفیہ کا بالتمام اسپر اتفاق ہے۔ بہواسطے جمہور مصنفین حنفیہ اسپر چلے ہیں۔ کما ذکر علامہ محمد علاؤ الدین الحسکفی ذکر فی شرح الدر المختار ویشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر وفی الکبیری شرح منیة المصلے اما شروط الاداء فستة ایضاً الشرط الاول المصر او فناءہ فلا تجوز فی القری عندنا وهو مذهب علی بن ابی طالب وحذیفة وعطاء والحسن بن ابی الحسن والنخعی ومجاهد وابن سیرین والثوری وسحنون خلافاً للائمة الثلاثة لما روی ابن ابی شیبة عن علی رضی اللہ عنه انه قال لا جمعة ولا تشریق ولا صلوٰة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة وصحح ابن حزم فی المحلی وروی مرفوعاً وهو ضعیف ولکن الموقوف فی مثل هذا کالمرفوع لان مثل شروط العبادة وهی من احکام الوضع ولا مدخل للرای فیها۔ یعنی جیسا کہ علامہ محمد علاؤ الدین حسکفی نے ذکر کیا شرح در المختار میں کہ شرط ہے واسطے صحیح ہونے ادائے جمعہ کے سات چیز اس میں سے پہلے مصر کا ہونا ہے اور کبیری شرح منیة المصلے میں ہے کہ شروط ادائے جمعہ کے چھ ہیں پہلے شہر یا کنارہ شہر ہے نزدیک ہمارے حنفی المذہب کا اور یہ مذہب ہے صاحبان مذکورین کا

خلاف ہو ائمہ ثلاثہ کے اسلیئے کہ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے علیؓ سے کہ نہیں ہے جمعہ اور تشریق اور نہ ضحیہ کی نماز سوائے مصر جامع یعنی بڑے شہر کے اور صحیح کیا اس قول کو ابن حزم نے محلے میں اور روایت کیا گیا مرفوع کرکے حالانکہ یہ کہنا ضعیف ہے لیکن اس مادہ میں موقوف مانند مرفوع کے ہے اسواسطے کہ یہ شروط عبادت سے ہے اور ہے یہ وضع احکام سے اور گنجایش نہیں داخل کرتا رائے کا اس میں اور بھی علامہ شیخ احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اسطرح بیان کیا۔
وظاھر ماذکرہ ان الحدیث مرفوع وھو الذی ذکرہ ابو یوسف فی الاملاء ومحمدؒ فی الاصل ورواہ ابن ابی شیبۃ موقوفاً عن علی والموقوف فی مثلہ کالمرفوع قال الکمال وکفی بقول علی قدوۃ وفی العینی شرح الصحیح البخاری ثم استدل ابو حنیفۃؒ بما رواہ عبد الرزاق عن علیؓ قال لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع ولکن رواہ ابن ابی شیبہ عن حجاج النخعی وروی ایضاً بسند صحیح نا جریر عن منصور الخ وما قال النووی حدیث علیؓ متفق علی ضعفہ فکانہ لم یطلع الا علی الاثر الذی فیہ الحجاج ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند صحیح لو اطلع لم یقل بما قال۔ بلکہ واسطے صحت جمعہ کے مخصوص مکان کا ہونا بالاجماع مراد ہے کیونکہ جائز نہیں جمعہ جنگل و ریگستان میں بالاتفاق اسلیے امام شافعیؒ کے نزدیک ادائے جمعہ صحیح نہیں سوائے ایسے گاؤں کے جہاں چالیس مرد آزاد مکلف بستے ہوں۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے اور امام مالکؒ کے پاس صحت ادائے جمعہ کیلیے وہ جگہ شرط ہے جہاں ملا ہوا بستی اور مسجد و بازار ہو کما یدل من عبارۃ المیزان لعبد الوہاب الشعرانیؒ ومن ذلک قول الشافعی لا تصح الجمعۃ الا فی ابنیۃ یستوطنہا من تنعقد بھم الجمعۃ من بلد او قریۃ مع قول بعضھم لا تصح الجمعۃ الا فی قریۃ اتصلت بیوتھا ولھا مسجد وسوق ومع قول ابی حنیفۃ ان الجمعۃ لا تصح الا فی مصر جامع لہ سلطان۔ اور آیت وجوب جمعہ بھی کچھ مطلق نہیں یعنی ہر جگہ میں جائز ہونیکا حکم شامل نہیں۔ جیسا مذکور کبیری میں ہے۔ ان قولہ تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی الاطلاق اتفاقاً اذ لا یجوز فی البراری اجماعاً فیقدر والقریۃ ونحن قدرنا المصر وھو اولی بحدیث علیؓ ثمہ ولا معارض لہ اذ لم ینقل عن الصحابۃ انھم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع فی الامصار وفی مراقی الفلاح ولم ینقل عن الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین انھم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القری ولو کان لنقل ولو احاداً فلا بد من الاقامۃ بمصر وفی حاشیتہ ولکن لم ینقل انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باقامۃ الجمعۃ فی قری المدینۃ علی کثرتھا۔ اب جب اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے علماء احناف کے پاس بالاتفاق واسطے

صحت ادائے جمعہ کے مصر شرط ہے اسلیے حکم دیدیں سب عدم جواز جمعہ کا گاؤں میں کیونکہ انتفائے
شرط سے انتفائے مشروط لازم آتا ہے۔ لہذا ذکر صاحب الطحطاوی ورد المحتار۔ قال فی النہر ولها
شرائط وجوب واداء منها ما هو فی المصلی ومنها ما هو فی غیره والفرق ان الاداء لا یصح بانتفاء شروطه
ویصح بانتفاء شروط الوجوب وذکر صاحب النهایة تصریحا وتائید القول الماتن هو قوله لا تجوز
فی القری وانما ذکره مع انه مستفاد من قوله السابق نفیا لمذهب الشافعیؒ فانه لا یشترط المصر بل
یجوز فی کل موضع اقامة سکنه اربعون رجلاً احراراً وبه قال احمد وقال مالک تقام باقل من
اربعین۔ پس منافی نہیں اس سے عبارت قہستانی کی جو مذکور ہے تحت قول ماتن کے وتقع الجمعة
فرضاً ان صلوها فاقدها او الکلام یشیر الی انها تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها
اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء
الجمعة لان هذا مجتهد فیه فاذا اتصل به الحکم صار مجمعاً علیه واذا لم یاذن بذلک
لا تصح اقامتها فیها وعلیه یحمل ما فی البحر لا تصح فی قریة ولا مفازة لقول علی رضی الله تعالیٰ عنه
لا جمعة ولا تشریق ولا صلوٰة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة ثم قال فلا
تجب علی غیر اهل المصر کذا فی الطحطاوی وفیه ایضا ذکر المصنف وعبارة القهستانی تفید انه لابد
من الاذن بالبناء وباداء الجمعة ونصها۔ پس جب ثابت ہوا دلائل مذہب سے کہ قول صاحب قدوری
کا مطابق مذہب حنفی کے ہے اور پیروی کی جمہور فقہائے محققین نے اور ترجیح دی اس کو اوپر کے طبقے والے
مرجحین نے بلکہ کوئی فقیہ مذہب حنفی کے اشتراط مصر برائے صحت ادائے جمعہ کا انکار نہیں کیا تو لازم ہے
مقلدین پر عمل کرنا ساتھ اس قول کے جیسا فرمایا سید محمد امینؒ نے رد المحتار میں۔ فعلینا اتباعهم و
یونیک کما قدمه الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوه وما صححوه کما لو افتونا فی حیاتهم
الحق احق بالاتباع۔ اور مقلد خلاف اسکے کرے وہ حکم اسکا جائز نہیں۔ کما فی الدر المختار وان المقلد
فلا ینفذ قضائه بخلاف مذهب اصلاً کما فی القنیة قلت ولاسیما فی زماننا۔ فقط۔

کتبه الفقیر الحقیر الراجی لطف ربه الحنفی محمد عبد الواحد الحنفیؒ

فی الواقع ۔ آیت فرضیت جمعہ بالاجماع مخصص ہے پس تقلید اسکی بحدیث اولیٰ ہے اور حنفیہ
نے حدیث علیؓ کو مروی ہے مرفوعاً وموقوفاً والموقوف صح اور اس باب میں حکم مرفوع کا رکھتی ہے مخصص
ٹھیرائی اور بہ مجرد رائے تخصیص نہیں کی اور اس مذہب میں کسی طرح کی مخالفت اصول کی نہیں
ہے تفصیل اسکی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ وبنایہ شرح ہدایہ للعینی وغیرہ میں موجود ہے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ؛

ایضاً استفتار در باب عدم جواز جمعہ فی القریٰ از رسالہ جامع الآثار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار مؤلفہ جناب مولینا حکیم محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی۔ مطبوعہ احسن المطابع واقع پٹنہ صفحہ ۱۴ سطر ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتار۔ کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں۔ اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیال شوکت اسلامی نماز جمعہ مع ظہر احتیاطی یا صلوٰۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں بینوا توجروا ؛

الجواب۔ فقہائے حنفیہ کے نزدیک جمعہ یا عیدین ایسے مقام میں مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار کے باب العیدین میں بحوالہ قنیہ لکھا ہے صلاۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریماً علامہ شامی نے حاشیہ درمختار میں بحوالہ حلبی لکھا ہے ومثلہ الجمعۃ یعنی نماز عیدین کی طرح نماز جمعہ بھی ہے کہ قریٰ میں مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے۔ کذا فی الشامی اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے اسکے علاوہ گناہ ہونیکے وجوہ اور بھی ہیں انہیں سے ایک یہ ہے کہ احتیاطی پڑھنے والے ظہر کو الگ الگ پڑھتے ہیں حالانکہ جب مذہب حنفی میں نماز جمعہ قریٰ میں صحیح نہیں تو ظہر کو جماعت کیساتھ ادا کرنا چاہیے ورنہ ترک سنت مؤکدہ لازم آتا ہے اور ترک سنت مؤکدہ ایک دوسرا گناہ ہے واللہ اعلم بالصواب ؛

کتبہ محمد ظہیر احسن النیموی العظیم آبادی۔

صحیح الجواب فی الواقع ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے۔ نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ۔ اولاً جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ امر غیر صحیح میں مشغولی ہوئی اور وہ ناجائز ہے۔ فی الدر المختار تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ۔

ثانیاً۔ اول فقط مشغولی نہیں بلکہ اس ناجائز کو موجب شوکت اسلام جاننا بلکہ بقصد ونیت فرض وواجب ادا کیا۔ یہ مفسد عقیدہ ہے جس پر علمانے تحذیر شدید فرمائی حتی اوصوا بترک التزام مستحب اذا خیف ان یظنہ العوام واجبا وفی اخف منہ قال سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ رواہ الشیخان فاذا کان فیما ہو مشروع باصلہ فما ظنک بما لم یجز من راسہ۔

ثالثاً۔ جبکہ واقع میں نماز جمعہ وعیدین نہ تھی تو نماز نفل ہوئی کہ باجماعت واعلان وتداعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوا فی رد المحتار عن العلامۃ الحلبی محشی الدر ھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ یہ تینوں وجہیں جمعہ وعیدین سب کو شامل ہیں۔

رابعاً۔ اول جمعہ میں اُسکے سبب جو ظہر نہ پڑھیں۔ انپر تو فرض ہی رہ گیا۔ ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو۔ خود کبیرہ ہے اور جو بزعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارک جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتمد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ ہے اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ۔ کما نصوا علیہ والاھر وضح من ان یوضح۔

خامساً۔ اول واحتیاطی رکعت والے کہ حقیقت مذہب حنفی میں آج ہی کی ظہر پڑھتے ہیں فانھا اذا لم تصح الجمعۃ بقیت فرضیۃ الظہر فی اعناقھم فاذا نووا اٰخر ظہر ادرکوھا ولم یردوا وجب انصرافھا الی ظہر الیوم۔ یا آنکہ مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قادر ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شناعت ہے کہ جمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوف جیسی حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روا نہ رکھا۔ بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلا وجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھکر ایک ہی جماعت کرنیکا طریقہ تعلیم فرمایا۔ کما نطق بہ القرآن العظیم وباللہ الھدایۃ الی صراط مستقیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اصاب المجیب | وتوکل علی العزیز الرحمن [1] | الجواب صحیح | بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح | رشید احمد محدث گنگوہی | الجواب صحیح | احمد حسن عفی عنہ | استاد الفضلا صدر ندوۃ العلماء مقیم کانپور۔

الجواب صحیح | محمد فاروق | مدرس اول دار العلوم ندوہ ؛۔

الجواب صحیح | عبد اللطیف عفی عنہ | مفتی ندوہ مدرس دار العلوم ؛۔

واقعی۔ ایسے قریہ میں جسپر کسیطرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب نماز جمعہ یا صلوٰۃ العیدین اسی مقام میں پڑھتے ہوں تو گنہگار ہونگے عدم جواز کی وجہ سے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے، حتی لایجوز فی المفاوز ولا فی القری انتہی اور علامہ برجندی کی شرح نقایہ میں ہے۔ فلا یجوز اداؤھا فی القری ولا فی المفاوز انتہی اور ہدایۃ المبتدی میں ہے۔ لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلے المصر ولا تجوز فی القری انتہی واللہ اعلم حکمہ احکم۔

ابو الحامد محمد عبد الحمید [2] | لکھنوی فرنگی محلی مفتی ندوہ

[1] یہ آپکی مہر بخط طغرا ہے۔

میری تحقیق بھی یہی ہے کہ محض قری میں جن پر کسی طرح سے تعریف بلد صادق نہ آئے نماز جمعہ جائز نہیں
اور میں پہلی رائے سے اسکے پہلے ہی رجوع کرچکا ہوں پہلے میں قری میں جمعہ جائز نفل سمجھتا تھا۔ مگر
آخر سمجھ میں آیا کہ جماعت نفل دوام مکروہ تحریمی ہے ۱۲۔ محمد سلیمان قادری پھلواری فقط

اطلاع۔ واضح ہو کہ مولانا محمد عبد الحی لکھنوی مرحوم کے مجموعہ فتاوی میں اس مسئلہ کی متعلق
متعدد فتوے درج ہیں جو سب کے سب نماز جمعہ فی القریٰ کے عدم جواز پر دال ہیں مگر ایک فتوی
جو بعض حضرات غیر مقلدین کا لکھا ہوا ہے اسپر مولینائے مرحوم کا دستخط پایا جاتا ہے کیونکہ وہ انکی
متعدد تحریروں کے خلاف ہے۔ لہذا ہرگز قابل اعتبار نہیں اسکے علاوہ جب وہ خود مجموعہ فتوی جلد
اول صفحہ ۴۹۹ میں لکھتے ہیں کہ شرط مصر باتفاق حنفیہ ہے اور رسالہ طریق السداد مؤلفہ مولوی
عبد اللہ العبیدی کی آخر میں لکھتے ہیں کہ مسلک جمہور حنفیہ ہمین ہست کہ مصر شرط ادائے جمعہ است در
قری جائز نہ۔ پس ہمیں جانتیں کہ محض قری میں جب تمام فقہائے حنفیہ کا عدم جواز پر اتفاق ہوا
اور حدیثوں سے بھی مسلک حنفیہ قوی ثابت ہو تو کسی عالم کا گو وہ حنفی ہو ایکی خلاف فتوی کو عموماً ہر
قریہ میں نماز جمعہ فرض ہے ہرگز قابل عمل و لائق سند نہیں ہو سکتا اور یہ بھی واضح ہو کہ صحت نماز
جمعہ کیلیے باتفاق امت محمدیہ جماعت بھی شرط ہے امام اعظم کی نزدیک جماعت جمعہ کیلیئے امام کی سوائے
کم سے کم تین آدمی ہونا چاہئیں اور امام شافعیؒ کی نزدیک چالیس آدمی اور امام احمدؒ کی نزدیک
بروایتی چالیس اور بروایتی پچاس آدمی اور امام مالکؒ کے نزدیک بروایتی بیس اور بروایتی
تیس آدمی بروایتی جماعت کثیرہ ہونا چاہیئے کذا فی النیل پس جو مقام کہ محض قریہ ہو اگر وہاں بیس
آدمی سے کم جماعت کیساتھ نماز جمعہ پڑھیں گے تو ائمہ اربعہؓ میں سے کسی امام کے مذہب کی رو سے نماز جمعہ
صحیح نہوگی۔ امام اعظمؒ کے نزدیک تو بوجہ عدم وجدان شرط مصر صحیح نہوگی اور باقی ائمہ ثلثہ کے
نزدیک بوجہ فقدان تعداد جماعت درست نہ ہوگی۔ ۱۲ منہ

ایضاً نقل استفتاء درباب عدم جواز جمعہ فی القریٰ و احتیاط الظہر بعد الجمعہ از حضرت
رئیس المحدثین سند الکاملین افضل الفضلاء اکمل الکملاء علامہ جناب مولینا مولوی حاجی حافظ
قاری شاہ رشید احمد صاحب محدث گنگوہی متع اللہ الاسلام والمسلمین بفیوضہ و بطول بقائہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا ارشاد ہے رہنمائے طریق مستقیم کا اس مسئلہ میں کہ گاؤں والوں پر جمعہ و عیدین واجب ہے یا نہیں
اور اگر ادا کرلیویں۔ تو ظہر سر سے اتر جاوے گی یا نہیں یہاں کے اکثر گاؤں میں جو دو ڈھائی ہزار آدمی کی بھی

[1] یہ عبارت جناب مولوی ظہیر حسن صاحب شوق نیموی کی ہے جو جناب مولوی عبد الحی صاحب مرحوم لکھنوی کے
تلامذہ میں ہیں اصل عبارت انکے رسالہ جامع الاثار میں حاشیہ پر ہے ہم نے اس کو حوض میں لے لیا ہے ۱۲

آبادی نہیں رکھتے بلا تامل جمعہ ہوتا ہے بلکہ بعض قریہ میں دو دو جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے اور بعض قریہ میں عیدین بھی ہوتی ہے بعض لوگ احتیاط الظہر بھی پڑھ لیتے ہیں ان لوگوں کا نماز ظہر یا جماعت ظہر کو ترک کرنا اور بجائے اسکے نماز جمعہ ادا کرنا اور عیدین پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا فقط۔

الجواب۔ جمعہ گاؤں والوں پر واجب ہونا۔ اور جمعہ گاؤں میں درست ہونا بین الحنفیہ والشافعیہ مختلف فیہ ہے حنفیہ فرماتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے اور نہ انپر واجب ہے اور شافعیہ کے نزدیک گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے اور جمعہ گاؤں میں ادا بھی ہو جاتا ہے مگر نظر بروایات مذہب حنفیہ مرجح اور قوی معلوم ہوتا ہے جسکا مختصر بیان یہ ہے کہ جمعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں واجب ہو چکا تھا چنانچہ شوکانی امام فرقہ غیر مقلدین نیل الاوطار میں تحریر فرماتے ہیں جسکی عبارت یہ ہے۔ وذلک ان الجمعۃ فرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بمکۃ قبل الھجرۃ کما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فلم یمکن من اقامتھا ھناک من اجل الکفار فلما من ھاجر من اصحابہ الی المدینۃ کتب الیھم یامرھم ان یجمعوا فجمعوا الخ۔ پس جب جمعہ مکہ میں فرض ہوا اور بوجہ معذوری وہاں ادا نہ کیا گیا۔ تو پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینے تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف میں چودہ روز اقامت فرمائی اور وہاں جمعہ نہیں پڑھا پس یہ دلیل ہے اسپر کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا اور نہ انپر فرض ہے ورنہ آپ اوخود بنی عمرو بن عوف جمعہ ضرور ادا کرتے۔ فی البخاری فلبث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرۃ لیلۃ واسس المسجد الذی اسس علی التقوی۔ اور نیز ارشاد واجب الانقیاد لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے باسانید صحیح ثابت ہے۔ اسکو بعض رواۃ نے مرفوع بھی کہا ہے مگر اسکے رفع میں محدثین کو کلام ہے البتہ موقوف کو صحیح مانتے ہیں۔ نقل فی التخریج وقال رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ وابن ابی شیبۃ والبیھقی عن شعبۃ وسفیان۔ اور یہ خود اصول فقہ میں مسلم ہو چکا ہے کہ ما لا یدرک بالقیاس میں موقوف بھی بحکم مرفوع ہوتا ہے۔ پس یہ روایۃ علی رضی کہ موقوف بہ حکم مرفوع ہے عدم وجوب جمعہ قری ونیز عدم جواز جمعہ قری پر دلیل واضح ہے باآنکہ خود بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت لائے ہیں کہ۔ کان الناس ینتابون وفی روایۃ یتناوبون الجمعۃ من منازلھم والعوالی فیاتون فی الغبار فیصیبھم الغبار ویخرج منھم العرق الحدیث۔ پس سہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز جمعہ کیواسطے نوبت بنوبت آنا ثابت ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے

اور نہ گاؤں میں جمعہ ادا ہوتا ہے۔ ورنہ جو لوگ عوالی میں رہتے تھے انکو وہیں ادائے جمعہ کا حکم ہوتا یا اُن سب کو مدینے آنا واجب ہوتا۔ حالانکہ عوالی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی جگہ کسی وقت میں کبھی جمعہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ پس جملہ روایات متقدمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح یہی مذہب ہے کہ گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا اور نہ گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے اگر گاؤں میں لوگ جمعہ پڑھیں تو معصیت ترک فرض ظہر میں مبتلا ہوں گے اور نیز ارتکاب جماعت نفل کہ بدعت ہے لازم آویگی اور لوگوں کی وہاں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر انکے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی اور اگر اول جمعہ پڑھکر نماز ظہر احتیاطی پڑھے تو اس میں اگرچہ ترک فریضہ ظہر لازم نہ آویگا۔ مگر جماعت ظہر جو واجب ہے وہ ترک ہوگی اور جماعت نفل جو بدعت ہے نماز جمعہ سے لازم آویگی پس نماز جمعہ ایسے گاؤں میں جہاں ہزار دو ہزار آدمی بستے ہوں جس کو عرف میں قصبہ و شہر نہیں کہتے ادا نہیں ہوتی اور فریضہ ظہر اُن پر لازم رہیگا۔ فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی ۔ اصاب

المجیب العلام محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ للہ در الفاضل المجیب ثم للہ درہ بندہ محمود عفی عنہ

حامداً و مصلیاً - حضرت مجیب مصیب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے عین حق و صواب ہے ہر چند کہ یہ مسئلہ درمیان حنفیہ و شافعیہ کے مختلف فیہ ہے۔ مگر شافعیہ سے تعجب ہے کہ بلا وجہ اپنے مجتہد کی مخالفت کرتے ہیں بعد غور دو امر اس مخالفت کے باعث معلوم ہوئے۔ بے علم واعظوں کو تو اپنا مجمع بڑھانا انکو جمع کرکے منافع مالیہ اُن سے حاصل کرنا ہلکا حکم بتلا کر انکو اپنا گرویدہ و معتقد کرلینا اور کم علم و کم فہم لوگوں کو بعض فقہا کی اس عبارت میں شبہہ پڑجانا۔ المصر ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ مگر فی الواقع یہ حد تام نہیں ہے رسم ناقص ہے حاصل تعریف مذکور کا یہ ہے کہ جہاں بہت سی مساجد ہوں اور انمیں اکبر مساجد اس شان کی ہو اور ظاہر ہے کہ یہ بات غالباً امصار میں ہوا کرتی ہے نہ قری میں۔ اس اعتبار سے بطور اتے پتے کے یہ تعریف کردی گئی۔ پس اگر مصر میں مسجد نہ ہو یا کسی قریہ میں ایسی مسجد ہو نہ مصر قریہ بن جاویگا۔ اور نہ قریہ مصر ہوجاویگا غرض ہمارے مذہب میں دیہات میں جمعہ درست ہے نہ عیدین۔ بلکہ عیدین میں ایک خرابی جمعہ سے بھی زیادہ سخت ہے وہ یہ کہ یہ تو ثابت ہوچکا کہ یہ جماعت نفل ہوگی اور جماعت نفل کی مکروہ ہے۔

اور امر مکروہ کا اہتمام جسقدر زیادہ ہوتا ہے اُسیقدر اسمیں کراہت شدید ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ اسمیں شارع علیہ السلام کی زیادہ مخالفت ہے کہ شارع جس امر کی اماتت چاہے یہ شخص اُسکا احیا کرے اور ظاہر ہے کہ بہ نسبت جمعہ کے عوام عید کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ جو

لوگ کبھی جماعت و جمعہ سے علاقہ نہیں رکھتے عید میں ضرور شریک ہوتے ہیں اس اعتبار سے دیہات میں عیدین پڑھنا جمعہ پڑھنے سے بھی زیادہ موجب کراہت ہوگا۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔ فقط کتبہ محمد اشرف علی التھانوی عفی عنہ۔

ہذا ہو الحق و الحق احق ان یتبع لقد اصاب من اجاب للہ در المجیب فلقد اصاب و اجاد

عزیز الرحمٰن دیوبندی عفی عنہ۔ محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ فیما اجاب خلیل احمد مدرس مدرسہ عربیہ

ہذا الجواب ہو الحق — الجواب صحیح و احق ان یتبع — صحیح — ہذا اجاب بالحق بالصواب

غلام رسول عفی عنہ — عنایت الٰہی عفا عنہ — ثابت علی عفی عنہ۔ عبد القادر عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم

الجواب صحیح — المجیب مصیب بحق رقیب

محمد یحییٰ کاندھلوی — محمد احکم عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح — الجواب صحیح

حبیب الرحمٰن دیوبندی عفی عنہ — صدیق احمد کاندھلوی عفی عنہ

قری میں نماز جمعہ ہرگز درست نہیں ہے ادائے صلوٰۃ جمعہ اور ترک جماعت ظہر فی القریٰ موجب عصیان اور کسی ہوائے نفسی پر مبنی ہے اس سے ہر مسلم کو اجتناب چاہیے واللہ اعلم ۱۲
حررہ محمد المدعو بعابد حسین غفرلہ و لشیخہ یوم پنجشنبہ ۳۔ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ

الجواب صحیح۔ احمد علی عفی عنہ مفتی مدرسہ جامع العلوم کانپور — الجواب صحیح

الجواب صحیح۔ محمد رشید عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور — اسحٰق علی عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور

فتوائے احتیاط الظہر بعد الجمعہ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ آج کل بعد نماز جمعہ کی چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور تارک کو اس کے ملوم جانتے ہیں اور یہاں تک پابندی اس کی ہوگئی کہ بعض شہروں میں تو مثل جدہ وغیرہ کی جماعتیں اس کی ہونے لگی ہیں آیا یہ نماز احتیاط کی اس صورت مسئولہ میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ایسی پابندی ایک خاص شخص کے عقیدہ میں نہ ہو مگر اس کو ایسی پابندی کے زمانہ میں دوسروں کے ساتھ مشابہت اس عمل کی جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ پڑھے گا ان ہی میں داخل ہوگا یا نہیں اور بصورت عدم پابندی و اصرار کا لوجوب کے اس نفس نماز احتیاط کا کیا مسئلہ ہے

جس نے اس کو نکالا ہے کس بنا پر نکالا تھا اور کس درجہ میں رکھا تھا اب کس درجہ میں پہنچا اور تعجب پر تعجب ہے کہ اس نماز احتیاط کو عوام کیا۔ بعض علما بھی پڑھتے ہیں واللہ اعلم ان کے پاس کونسی دلیل کتاب وسنت وقیاس واجتہاد سے ہے اور بظاہر یہ نماز احتیاط نماز شک پائی جاتی ہے اگر جمعہ نہ ہوا تو ظہر ہو جاویگی آیا قیاس اس کا صیام یوم الشک پر ہو سکتا ہے یا نہیں اور منجملہ دوسری بدعات محدثہ فی الدین کے ہے یا نہیں بالکل جواب اس مسئلہ کا صاف صاف مدلل بدلائل شرعیہ ومزین بمہر ودستخط خاص آنجناب عنایت فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مذہب حنفیہ میں شرائط جمعہ میں مصر یعنی شہر اور ہونا امام یا اس کے نائب کا لکھتے ہیں چونکہ امام اور اس کا نائب ہندوستان میں بسبب تسلط کفار کے نہیں پایا جاتا تو بنا بر مذہب حنفیہ پر جمعہ نہ ہوا اور چونکہ دیگر ائمہ نے یہ شرط نہیں رکھی تو ان کے مذہب پر جمعہ ادا ہو جاتا ہے مگر چونکہ دوسری خرابی یہ ہوگئی کہ ایک شہر میں دو تین جگہ جمعہ کا پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں جس کا جمعہ اول واقع ہوتا ہے اس کا جمعہ تو ادا ہوا اور جس کا بعد ہوا اس کے ذمہ پر ظہر کی نماز قایم رہی اور یہ حال دریافت نہیں ہو سکتا کہ کس کا جمعہ پہلے ہوا تو ان مذہب پر بھی محل تعدد جمعہ میں ہر شخص کو تردد ادائے جمعہ اور سقوط ظہر میں رہتا ہے اس وجہ سے لوگوں نے ایجاد احتیاط ظہر کا کیا تھا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہوے گا تو ظہر بالیقین ذمہ سے ساقط وادا ہو جائے گی اور جو جمعہ ادا ہو گیا تو یہ رکعات نفل ہو جاویں گی یہ اصل اس کی ہے مگر احناف یعنی حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں اول تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ کو پہنچی اور یہ خود بدعت ہے دوسری بعض اولی النزاع یعنی آپس میں جھگڑا اٹھانے والے ہو گئے اگر درجہ احتیاط واستحباب میں رہتے تو خیر سہل بات تھی۔ پھر یہ کہ جن علمائے شرطیہ وجود امام ونائب دریافت ہوئی ہے وہی علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام ونائب سے تعذر ہو تو مسلمین اپنا امام جمعہ مقرر کر کے جمعہ ادا کریں پس حسب اس روایت کے سب جگہ امام موجود ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جب مصر میں جمعہ پڑھا گیا ادا ہو گیا اور سقوط ظہر ذمہ سے ہو چکا۔ پس احتیاط ظہر لغو ہے اور جو ان لوگوں کے نزدیک یہ قول علماء کا معتبر نہیں تو خود شرط جمعہ کی

مفقود ہے چاہیے کہ ظہر بجماعت پڑھا کریں یہ کیا بے موقعہ بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو بجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو فرادیٰ یعنی تنہا تنہا پڑھیں یہ سخت خرابی ہے پس احناف کا احتیاط ظہر تو بایں وجہ پسند نہیں کرتا ہوں خصوصاً اس صورت وجوب اور نزاع میں اور دیگر اہل مذاہب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر تعدد درست نہیں تو دیدہ و دانستہ اس حرکت لایعنی۔ یعنی بیفائدہ کو کیوں اختیار کیا واجب ہے کہ سب جمع ہو کر ایک جگہ جمعہ کو ادا کریں۔ الغرض یہ امر نہایت لغو اور فضول اور سستی دین کا باعث ہے اور موجب کمال غفلت اور بے پروائی دین سے ہونے کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمتہ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

رشید احمد | الجواب صحیح محمد امیر الدین پٹیالوی واعظ جامع مسجد دہلی | محمد امیر الدین ۱۳۰۱

طلع الحق حق الطلوع وسطع الصدق حق السطوع ثم قال ملک العلماء سلطان الاتقیاء زین المفسرین رئیس المحدثین نعمان اوا ننا مجدد وانثنا نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ صلوٰۃ من اللہ الاحد مولانا العالم العامل الحافظ الحاج رشید احمد مد اللہ ظلال فیوضہ علی رؤس العالمین اللہم آمین فہو حق والحق احق بالاتباع واولی لان الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ حررہ اذل تلامذتہ الفقیر محمد حسین کاندھلوی عفا اللہ عنہ

فقیر محمد حسین | قادر علی عفی عنہ ۱۳۰۴ | مدرس مدرسہ حسین بخش

جواب ہٰذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ محمد ساکن درگاہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا ضلع دہلی۔ المجیب مصیب محمد حسین خاں خرجوی بقلم خود۔ اصاب من اجاب محمد حمایت اللہ عفی اللہ عنہ جواب بہت صحیح اور ٹھیک ہے اور خلاف اس کا ضلالت و بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس فعل نامقبول کو کسی نے بھی ائمہ اربعہ سے نہیں کیا۔ کما ہو فی البحر و تاتارخانی وغیرہما من کتب الفقہ اور اصل میں یہ یعنی نماز احتیاط الظہر بدعت سیئہ ایک بادشاہ عباسی معتزلی کہ عرب و عجم وغیرہ کا بادشاہ تھا اس کی نکالی ہوئی ہے حنفی مذہب میں ہرگز یہ نماز درست نہیں ہے جو اب یہ کرے نہ وہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی بلکہ معتزلی مذہب ہے اس ظالم نے یہ حکم دیا تھا کہ نماز احتیاط الظہر کل جگہ جاری کیجاوے جو اس کو ادا

نہ کرے اُسے تعزیر لگائی جائے ۔ جو مولوی اُس وقت میں عبدالدینار والدرہم تھے اُس کو قبول کیا اور فتووں میں درج کر گئے اور مذہب حنفی کو بالائے طاق رکھا اس قصہ کو ایک عالم جید قصوری پنجابی حنفی المذہب نے خوب تحقیق سے لکھا ہے۔ کذا فی التفسیر المحمدی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف دو رکعت یا چار رکعت بعد جمعہ کے اور پڑھتے تھے فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ العاجز ابو محمد عبدالوہاب البنجابی تریل لدہیانہ سنہ ۱۳۰۵ھ

هذا جواب صحیح فرید آبادی

لودیانوی

ابو محمد عبدالوہاب رسول الاداب خادم شریعت ۱۳۰۵

سید محمد عبدالسلام غفرلہ

ابو محمد عبدالحق ۱۳۰۵

سید محمد اسمعیل ۱۳۰۸

جواب صحیح ہے محمد فقیر اللہ پنجابی ضلع شاہپور ۔ محمد ناظم ملک ہنگالہ ضلع فرید پور ۔

ہذا جواب صحیح ۔ حررہ ثابت علی ضلع اعظم گڑھ ۔ الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی ۔ مسکین عبدالغنی ضلع کرنال ۔

تمت

(یونین پرنٹنگ پریس دہلی)